29 اگست 1962

ازعدالت عظمیٰ

بھیوا دولو پاٹل

بنام

اسٹیٹ آف مہاراشٹرا

(جے ایل کپور، اے۔ کے۔ سرکار۔ اور ایم ہدایت اللہ، جسٹسز۔)

فوجداری مقدمہ—سلطانی گواہ—تصدیق، اگر ضروری ہو تو ہر ملزم کے لیے—انڈین ایویڈنس ایکٹ، 1872 (1872 کا 1)، دفعہ 114، 133.

اپیل کنندہ اور آر کو ایک سرکاری گواہ کی گواہی پر قتل کا مجرم قرار دیا گیا جس کی تصدیق چاقو کے آر کی بازیابی سے ہوئی جس کے ساتھ قتل کیا گیا تھا اور اس ثبوت سے کہ اپیل کنندہ اور آر نے قتل سے نو ہفتے قبل چاقو تیار کروایا تھا۔ اپیل کنندہ نے دعوی کیا کہ اس کی سزا غیر قانونی ہے کیونکہ جہاں تک اس کا تعلق ہے تو سرکاری گواہ کی گواہی کی کوئی تصدیق نہیں ہے۔

مانا گیا کہ اپیل کنندہ کی سزا پائیدار نہیں تھی۔ قانون کا تقاضہ تھا کہ مادی تفصیلات اور ہر ملزم کے بارے میں سلطانی گواہ کی تصدیق ہونی چاہیے۔ دفعہ 133 اور 114 کی مثال (b) کا مشترکہ اثر یہ ہے کہ اگرچہ کسی ساتھی کی گواہی پر کسی ملزم کی سزا کو غیر قانونی نہیں کہا جا سکتا، لیکن عدالتیں اہم تفصیلات کی تصدیق کے بغیر اس طرح کے شواہد کو قبول نہیں کریں گی۔ موجودہ معاملے میں اپیل کنندہ کے گواہ کی گواہی کی کوئی تصدیق نہیں تھی۔ واقعہ سے نو ہفتے قبل چاقو کی تیاری میں سرکاری گواہ کی طرف سے کوئی تصدیق نہیں کی گئی تھی کیونکہ اس وقت کے وقفے کے اندر اپیل کنندہ پیچھے ہٹ گیا ہوگا اور نہ ہی آر کے کہنے پر چاقو کی دریافت اپیل کنندہ کو قتل سے جوڑنے کے لیے کافی تھی۔ یہ حقیقت کہ سرکاری گواہ نے اپنے بھائی کے سامنے اعتراف بیان دیا تھا، سرکاری گواہ کی تصدیق نہیں کہا جا سکتا۔ اپیل کنندہ کی سزا کے لیے یہ کافی نہیں تھا کہ قتل میں آر کی شمولیت کی تصدیق کرنے کے لیے ثبوت موجود تھے۔

ریس بنام بوئز، (1861) 9 Cox کا فوجداری مقدمہ، 32، بھوبونی ساہو بنام دی کنگ، (1949) ایل آر 76 آئی اے 147 اور آر بنام باسکرویل، (1916) 2 کے بی 658، کا حوالہ دیا گیا ہے۔

مجرمانہ اپیل کا عدالتی حد اختیار 1961: کی مجرمانہ اپیل نمبر 174۔

سی آر میں بمبئی ہائی کورٹ کے اپریل 1961 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل۔ 1961 کا اے نمبر 308۔

جی۔سی۔ ماتھر، اپیل کنندہ کے لیے۔

جواب دہندگان کے لیے ایس بی جتھر اور آر این سچتے۔

1962. 29 اگست۔ عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

کاپور، جے۔ یہ بامبے کی ہائی کورٹ کے فیصلے اور حکم کے خلاف اپیل ہے جس میں اپیل کنندہ کو دفعہ 302، انڈین پینل کوڈ کے تحت جرم کی سزا کی تصدیق کی گئی ہے، جسے دفعہ 34 کے ساتھ پڑھا گیا ہے جس میں ایک لاہو تو پاٹل کے قتل کے لیے 23 مئی اور 24 مئی 1960 کی رات کو گاؤں پاسار دے میں کیا گیا تھا۔

چار افراد راما کرشنا پاٹل نے ملزم نمبر 1، بھیواڈولو پاٹل نے ملزم نمبر 2 (اب ہمارے سامنے اپیل کنندہ)، لاہوسنتو پاٹل نے ملزم نمبر 3 اور دیو باکے سرکاری گواہ پی ڈبلیو 5 پر الزام ہے کہ انہوں نے لاہو ڈھو پاٹل کے قتل میں حصہ لیا تھا۔ راما کرشنا پاٹل ملزم نمبر 1 کو قتل کا مجرم قرار دیا گیا اور اسے موت کی سزا سنائی گئی لیکن اپیل پر اس کی سزا کو کم کر کے عمر قید کر دیا گیا۔ اپیل کنندہ کو جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے مجرم قرار دیا گیا اور اسے عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ تیسرے ملزم لاہوسنتو پاٹل کو بری کر دیا گیا اور چوتھا شریک دیو باسرکاری گواہ بن گیا اور پی ڈبلیو 5 ہے۔

استغاثہ کا مقدمہ یہ تھا کہ اپیل کنندہ کو شک تھا کہ متوفی کا اسکی بیوی کے ساتھ رابطہ تھا۔ اس نے، اپیل کنندہ، سرکاری گواہ سے رابطہ کیا اور مشورہ دیا کہ متوفی کو قتل کر دیا جائے۔ یہ 16 مارچ 1960 کا دن تھا۔ 17 مارچ 1960 کو راما کرشنا پاٹل نے ملزم نمبر 1 اور اپیل کنندہ نے ایک کوڑے سے نانوسنتوسوتر پی۔ڈبلیو۔ 7 کا تیار کردہ چاقو حاصل کیا۔ متوفی پہلوان تھا اور وہ اور اس کا بھائی کھیتوں میں سوتے تھے اور ان کے پاس کتے بھی تھے اور اسی وجہ سے کچھ دیر تک قتل نہیں ہو سکا۔ جب بارش شروع ہوئی تو متوفی پاٹل کے تالم (جمنا زیم) میں سونے لگا۔ وہاں، قتل کی رات متوفی کو چاقو سے قتل کر دیا گیا جو ملزم نمبر 1 راما کرشنا پاٹل نے استعمال کیا تھا۔ اس وقت اپیل گزار کے پاس مشعل تھی اور دو دیگر لاہوسنتو پاٹل اور دیو با غیر مسلح تھے۔ ملزم نمبر 1 کی طرف سے دیے گئے دو وار، ایک گلے پر اور دوسرا سینے کے بائیں طرف۔ واقعہ کی جگہ پر حملہ آوروں نے تولیہ اور پٹکا (پگڑی) چھوڑا۔ ان دونوں اشیا کا تعلق ملزم نمبر 1 راما کرشنا پاٹل سے پایا گیا ہے۔ متوفی لاہو ڈھو پاٹل کا شور اور بڑھنا سن کر سو

رہے دوسرے افراد جاگ گئے اور ان میں سے ایک نے جا کر متوفی کے بھائی کو اطلاع دی اور پھر پولیس کو فرسٹ انفارمیشن رپورٹ دی گئی لیکن اس میں کسی کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا۔ 6 جون 1960 کو دیوبا کو پولیس سب انسپکٹر نند کے کو موصول ہونے والی اطلاع پر گرفتار کیا گیا۔ 25 جون 1960 کو ملزم نمبر 1 کے بیان کے نتیجے میں وہ چاقو برآمد ہوا جو مبینہ طور پر قتل کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔ یہ چاقو خون سے رنگا ہوا بتایا جاتا ہے لیکن یہ انسانی خون ثابت نہیں ہوا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ چاقو غیر معمولی طور پر بڑے طول وعرض کا تھا۔ متوفی پر دو چوٹیں بہت وسیع تھیں اور طبی شواہد کے مطابق وہ چھری سے ہو سکتی ہیں جو برآمد ہوئی تھی۔

موجودہ معاملے میں جو سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آیا سلطانی گواہ کے بیان کی اہم تفصیلات میں تصدیق کی گئی ہے اور اپیل گزار کیا ہے۔ ٹرائل کورٹ نے اپیل کنندہ کو سرکاری گواہ کی گواہی پر مجرم قرار دیا اور نانو سنتو سوتر پی ڈبلیو 7 کے بیان میں سرکاری گواہ کی گواہی کی تصدیق کی جس نے چاقو تیار کیا تھا جس کے بارے میں مبینہ طور پر 17 مارچ 1960 کو جرم کے لیے استعمال کیا گیا تھا، اور اس کا قتل کرنے کا مقصد اس شک کی وجہ سے تھا کہ اس کی بیوی کا متوفی کے ساتھ رابطہ تھا۔ فاضل جج کے مطابق یہ حقائق اپیل کنندہ کو مجرم قرار دینے کے لیے کافی تھے۔ اپیل پر ہائی کورٹ نے اہم تفصیلات میں تصدیق پائی۔ دیوبا کے بھائی سانتو پی ڈبلیو 6 کے ثبوت سے جس کے سامنے دیوبا نے جرم میں اپنی شمولیت کا اعتراف کیا تھا۔ ملزم نمبر 1 کے کہنے پر چاقو کی دریافت اور خون سے رنگا ہوا چاقو اور چاقو کی غیر معمولی نوعیت جو متوفی کو لگنے والے زخموں کے طول وعرض سے مطابقت رکھتی ہے۔ ان حقائق سے فاضل جج اس نتیجے پر پہنچے کہ سلطانی گواہ دیوبا اس واقعے کا صحیح بیان دے رہا تھا۔ ہائی کورٹ کے بڑے احترام کے ساتھ ہم اتفاق کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ اپیل کنندہ کی توثیق کے بغیر سزا ناقابل برداشت ہے، قانون یہ ہے کہ مادی تفصیلات میں منظوری کنندہ کی تصدیق ہونی چاہیے اور ہر ملزم کی تصدیق ہونی چاہیے۔

سلطانی گواہ کے بھائی سنتو کا بیان سلطانی گواہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ منظوری دینے والے نے اپنے بھائی کو اعتراف بیان دیا۔ اسے، اس معاملے کے حالات میں، منظوری دہندہ کی تصدیق نہیں کہا جا سکتا۔ نانو سنتو سوتر پی۔ ڈبلیو۔ 7 کا ثبوت بھی سرکاری گواہ کی کہانی کی تصدیق کے طور پر کام نہیں کر سکتا کیونکہ چاقو ملزم نمبر 1 اور اپیل کنندہ نے قتل سے نو ہفتے قبل تیار کیا تھا اور یہ حقیقت بذات خود اپیل کنندہ کے خلاف تعزیرات ہند کی دفعہ 34 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 302 کے تحت الزام کی تصدیق نہیں کرے گی۔ چاقو کی تیاری اور قتل کے درمیان وقت کا فرق بہت زیادہ ہے اور یہ ایسے حالات میں ممکن ہے کہ اپیل کنندہ پیچھے ہٹ گیا ہو اور جرم کے ارتکاب کے ساتھ آگے نہ بڑھا ہو۔ پہلے ملزم کے کہنے پر چاقو کا ملنا بھی سرکاری گواہ کی کہانی کی کوئی تصدیق نہیں ہے جو تعزیرات ہند کی دفعہ 34 کے تحت اپیل گزار کو قتل سے جوڑنے کے لیے کافی ہوگا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اس معاملے میں پہلے ملزم کی سزا کے لیے سرکاری گواہ کے ثبوت کی کافی تصدیق کی گئی ہو جس پر ہم کوئی رائے ظاہر نہیں کرتے لیکن جہاں تک اپیل کنندہ کا تعلق ہے ہم دیکھتے ہیں کہ سرکاری گواہ کی کہانی کی کوئی تصدیق نہیں ہے اور یہ کافی نہیں ہے کہ قتل میں پہلے ملزم کے ملوث ہونے کی تصدیق کرنے کے لیے ثبوت موجود ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اپیل کنندہ کے اس جرم میں ملوث ہونے کی آزادانہ تصدیق ہو جس کے ساتھ اس پر الزام عائد کیا گیا ہے۔ ان حالات میں اپیل

کنندہ کی سزا پائیدار نہیں ہے۔

مذکورہ بالا نتیجے پر پہنچنے میں ہم ایویڈنس ایکٹ کی دفعہ 133 کی دفعات سے بے خبر نہیں رہے ہیں جس میں کہا گیا ہے:

دفعہ 133 "ایک ساتھی ایک ملزم شخص کے خلاف قابل گواہ ہوگا؛ اور سزا محض اس وجہ سے غیر قانونی نہیں ہے کہ یہ کسی ساتھی کی غیر مصدقہ گواہی پر آگے بڑھتی ہے"۔

اس بات پر شک نہیں کیا جاسکتا کہ اس سیکشن کے تحت محض کسی ساتھی کی غیر مصدقہ گواہی پر مبنی سزا غیر قانونی نہیں ہوسکتی، اس کے باوجود عدالتیں دانشمندی اور عمل کی حکمرانی کو نظر انداز نہیں کرسکتیں جو مارٹن بن ریس بنام بوئز (1) (1981) (9.Cox، فوجداری مقدمہ 32) کے الفاظ میں" اتنا مقدس ہوگیا ہے کہ وہ احترام کا مستحق ہے" اور لارڈ ابنگر کے الفاظ میں" یہ قانون کے تمام احترام کا مستحق ہے"۔ رہنمائی کا یہ قاعدہ ثبوت کے سیکشن 114 کی مثال (ب) میں پایا جاتا ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

" عدالت یہ فرض کرسکتی ہے کہ کوئی ساتھی کریڈٹ کے قابل نہیں ہے جب تک کہ اس کی اہم تفصیلات میں تصدیق نہ ہو۔"

دونوں حصے ایک ہی موضوع کا حصہ ہیں اور ان پر مل کر غور کرنا ہوگا۔ بھوبونی ساہو بنام دی کنگ میں پریوی کونسل (2) (1949) (I.A.147-L.R.76) جب اس کی توجہ راج گوپال (3) (I.L.R.1944.Mad.308) میں مدراس ہائی کورٹ کے فیصلے کی طرف مبذول کرائی گئی۔ جہاں سزا کسی ساتھی کے ثبوت پر مبنی تھی جس کی حمایت شریک ملزم کے بیان سے کی گئی تھی، اس نے مندرجہ ذیل کہا:

" اس کے باوجود ان کے لارڈ شپ اس بات کا مشاہدہ کریں گے کہ عدالتوں کو طویل تجربے کی بنیاد پر دانشمندی کی حکمرانی سے ہٹنے میں سست روی کا مظاہرہ کرنا چاہیے، جس کے لیے کچھ آزاد شواہد کی ضرورت ہوتی ہے، جو مخصوص ملزم کو متاثر کرتے ہیں۔ ساتھی کے ثبوت پر عمل کرنے کا خطرہ صرف یہ نہیں ہے کہ ساتھی اپنے اعتراف پر ایک برے کردار کا آدمی ہے جس نے جرم میں حصہ لیا اور بعد میں اپنے سابق ساتھیوں کو دھوکہ دے کر خود کو بچانے کے لیے، اور جس نے خود کو ایسی پوزیشن میں رکھا ہے جس میں وہ شاید ہی استغاثہ کے حق میں مضبوط تعصب رکھنے میں ناکام ہوسکتا ہے۔ اصل خطرہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسی کہانی بتا رہا ہے جو اس کے عمومی خاکے میں سچ ہے، اور اس کے لیے کہانی کے معاملے میں کام کرنا آسان ہے جو جھوٹا ہے۔"

دفعہ 133 اور 114 کا مشترکہ اثر، مثال (b) مندرجہ ذیل بیان کیا جاسکتا ہے: سابقہ کے مطابق، جو کہ قانون کی حکمرانی ہے، ایک ساتھی ثبوت دینے کا اہل ہوتا ہے اور مؤخر الذکر کے مطابق جو کہ عمل کا اصول ہے، صرف اس کی گواہی پر مجرم

قرار دینا تقریبا ہمیشہ غیر محفوظ ہوتا ہے۔لہذا اگرچہ کسی ساتھی کی گواہی پر کسی ملزم کی سزا کو غیر قانونی نہیں کہا جاسکتا لیکن عدالتیں، عملی طور پر، اہم تفصیلات میں تصدیق کے بغیر اس طرح کے گواہ کے ثبوت کو قبول نہیں کریں گی۔قانون کو آر بنام باسکرویل (1)[1916](2K.B.658)میں لارڈ ریڈنگ سی جے کے الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے۔مندرجہ ذیل ہے:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ ساتھی کا غیر مصدقہ ثبوت قانون میں قابل قبول ہے(آر بنام ایٹ ووڈ، 1787، آئی لیچ 464)۔لیکن عام قانون میں جج کے لیے یہ طویل عرصے سے عمل کا اصول رہا ہے کہ وہ جیوری کو کسی ساتھی کی غیر مصدقہ گواہی پر کسی قیدی کو سزا سنانے کے خطرے سے خبردار کرے، اور جج کی صوابدید پر، انہیں مشورہ دے کہ وہ اس طرح کے شواہد پر مجرم نہ ٹھہرائے لیکن جج کو جیوری کی طرف اشارہ کرنا چاہیے کہ اس طرح کے غیر مصدقہ شواہد پر مجرم قرار دینا ان کے قانونی صوبے کے اندر ہے(آر بنام سٹوبس، ڈیئرز 555؛ ری ہیونیر میں، 2 1894 ق.ب.415)"۔

لہذا ہم اس اپیل کی اجازت دیتے ہیں، سزا کے حکم کو کالعدم قرار دیتے ہیں اور ہدایت دیتے ہیں کہ اپیل کنندہ کو فوری طور پر رہا کیا جائے۔

اپیل کی اجازت دی گئی

Meraj U Din Sofi
2024.05.09 16:23
I am the author of this document